© rasailojaraid.com

اکتاہٹ اور گھٹن دور کی جاسکتی ہے۔

جس کتاب کا مطالعہ کرنے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اس کتاب کے مطالعے کا طریقہ معلوم کیا جائے، مثلاً: آپ نے کوئی قصے کہانیاں والی کتاب شروع کردی تو اگر وہ قصے ایسی نوعیت کے ہیں کہ ایک قصے کو ایک نشست میں پڑھا جاسکتا ہے تو اس کو ایک ہی نشست میں ختم کردیں۔

کیونکہ اگر آپ اس کو مختلف نشستوں میں پڑھیں گے تو اس کو سمجھنے میں خلل واقع ہوسکتا ہے۔ اور اگر وہ کہانیاں لمبی ہوں جو ایک نشست میں مکمل نہیں ہوسکتی ہو تو پھر اس کہانی کا ایک ایک باب مطالعہ کیا جائے۔

دوران مطالعہ اگر مشکل الفاظ سامنے آجائیں جن کا معنی معلوم نہ ہو تو سب سے پہلے سیاق وسباق میں غور کرکے انہیں سمجھنے کی کوشش کریں۔ تو اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جن الفاظ کے معنی سمجھ میں نہیں آرہے بجائے اس کے کہ دوران مطالعہ ڈکشنری یا قاموس کی طرف رجوع کیا جائے ان پر پنسل سے لگادیں اور جب قصہ مکمل ہوجائے تو قاموس یا ڈکشنری میں ان کی تحقیق کی جائے تو پورا قصہ بھی سمجھ میں آجائے گا اور تسلسل افکار بھی ٹوٹنے نہ پائے گا۔

اگر زیر مطالعہ کوئی علمی کتاب ہو تو اس میں مشکل الفاظ کی تحقیق فی الفور کرنی چاہئے کیونکہ بسا اوقات آپ پورا جملہ سمجھ رہے ہوں گے لیکن ایک مشکل لفظ کی وجہ سے پورے جملے کے سمجھنے میں دشواری اور رکاوٹ پیدا ہوجائے گی۔ چنانچہ اگر دوران مطالعہ بار بار ڈکشنری یا قاموس کی طرف رجوع ہوگا تو افکار اور کہانی کا جاری تسلسل باقی نہ رہے گا بلکہ تھوڑی دیر بعد گھٹن اور بے چینی محسوس ہونے لگے گی، جس کی وجہ سے سرے سے مطالعہ ہی چھوٹ جائے گا۔

☆☆......☆☆

وقت ہی زندگی ہے

ایک مشہور مثال ہے "اَلْوَقْتُ مِنْ ذَهَبٍ" یعنی وقت بھی ایک سونا ہے، لیکن یہ صرف ان لوگوں کے لیے صحیح ہے جو موجودات کی قدر و قیمت محض قیاس و تصور کے ذریعہ ہی سے کر سکتے ہیں، لیکن جو لوگ پاکیزہ خیالات و نظریات اور اچھے افکار کے حامل ہوتے ہیں ان کے ہاں تو وقت بہت گراں ہے، ان کے نزدیک وقت کا مقام بہت بلند اور ارفع ہے، وہ کہتے ہیں کہ "اَلْوَقْتُ هُوَ الْحَيَاةُ" یعنی وقت ہی زندگی ہے، انسان کو سوچنا چاہئے کہ اس دنیا میں اس کی زندگی ہی کیا ہے؟ اس کی زندگی پیدائش اور موت کے درمیان معمولی سا غیر یقینی اور بے اندازہ وقفہ ہی تو ہے، سونا تو آنے جانے والی چیز ہے، وہ اگر ہاتھ سے نکل جائے تو دوبارہ بھی حاصل ہوسکتا ہے اور پہلے سے کئی گنا زیادہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن جو وقت کہ گزر چکا ہے اور جو زمانہ کہ چلا گیا ہے وہ کسی صورت میں اور کسی قیمت پر بھی واپس نہیں آسکتا، ذرا انصاف سے سوچئے کہ کیا وقت "سونے" سے زیادہ قیمتی نہیں؟ کیا وقت الماس سے زیادہ مہنگا نہیں؟ اور کیا وقت ہر چیز سے زیادہ گراں نہیں؟ .... (مخزن اخلاق، مراسلہ ابوشریح)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ، مسلمانوں کا اوّلین فرض

اشتیاق بیگ

اس وقت پورے ملک میں جب تمام سیاسی جماعتیں انتخابی مہم کے بعد حکومت بنانے کیلئے جوڑ توڑ میں مصروف ہیں۔ دوسری طرف چیف جسٹس کی حمایت میں وکلاء اور ان کے حامی ان کی بحالی کے مطالبے کے لیے احتجاج کر رہے ہیں، ایسے میں ایک مقامی اخبار کی خبر نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ خبر یہ تھی کہ ایک سیاسی جماعت نے ڈنمارک کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف ناموسِ مصطفیٰ ریلی نکالنے کا اعلان کیا اور اس میں شرکت کی درخواست کی۔ میرے ایک تحریر کردہ کالم جس میں، میں نے ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا ذکر کیا تو اس سلسلے میں مجھے بے شمار خطوط و ای میلز اور ٹیلی فون کالز موصول ہوئیں، جن میں لوگوں نے مجھ سے یہ کہا کہ ہم خاموش کیوں بیٹھے ہیں اس زیادتی کے خلاف کوئی احتجاج کیوں نہیں کرتے۔ مجھے پڑھ کر خوشی ہوئی کہ ملک کی کسی ایک سیاسی جماعت نے اس مسئلے کی طرف بھی سوچا اور میں نے بھی فیصلہ کیا کہ میں بھی اس ریلی میں شرکت کروں گا۔

ریلی میں شمع رسالت کے ہزاروں پروانوں نے جن میں ہر عمر کے لوگ شامل تھے مزار قائد سے، سی بریز تک پیدل مارچ کیا اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی ناموس اور حرمت پر کٹ مرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ ریلی میں ملک کی دوسری مذہبی جماعتوں نے بھی شرکت کی۔ ریلی کے شرکاء، توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف بینرز اور پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے سامعین سے کہا کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے یورپ کے انتہا پسندوں پر خوف کی کیفیت طاری ہے اور وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی کے خلاف مختلف سازشوں میں مصروف ہیں۔ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا مقصد ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور انہیں اشتعال دلانا ہے۔ مشتعل ہونے پر اگر ہم احتجاج کرتے ہیں تو ہمیں شدت پسند و انتہا پسند قرار دیا جاتا ہے۔ میں نے مجمعے سے یہ درخواست کی کہ ڈنمارک سے ہر سال ہم تقریباً 80 ملین ڈالرز کی اشیاء مکھن، پنیر، خشک دودھ، کنفیکشنری اور ادویات درآمد کرتے ہیں۔ میں نے وہاں موجود مظاہرین سے یہ وعدہ لیا کہ آج سے ڈنمارک کی کھانے پینے کی اشیاء ہم پر حرام ہیں۔ ہم مر جائیں گے مگر ان کی بنائی ہوئی ادویات استعمال نہیں کریں گے اور امید کرتا ہوں ہماری طرح دنیا کے ایک ارب تیس کروڑ مسلمان بھی ڈنمارک کی بنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی چیزوں کا بائیکاٹ کریں گے' تاکہ جب وہاں ان چیزوں کی فیکٹریاں بند ہوں اور لوگ بے روزگار ہوں تو انہیں اپنی زیادتی کا احساس ہو۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈنمارک کا بنا ہوا مکھن بڑی مقدار میں ملک میں درآمد ہوتا ہے اور تقریباً ہر گھر میں کھایا جاتا ہے کہ ہماری قومی ایئر لائن اور ملک کا ہر بڑا ہوٹل ان آئٹمز کو فروغ دے رہا ہے۔ اگر ہم ان اشیاء کا بائیکاٹ کر دیں تو جہاں ہم 80 ملین ڈالرز کا زرمبادلہ بچائیں گے وہاں ان کو یہ احساس بھی دلائیں گے کہ ہمارے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پروڈکٹس کی ہمارے ملک میں کوئی جگہ نہیں۔

میں نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ حکومت پاکستان کو ڈنمارک میں متعین پاکستانی سفیر کو فوراً بلا لینا چاہیے ہمارا دفتر خارجہ ڈنمارک میں متعین پاکستانی سفیر کو واپس بلانے سے ہچکچا رہا ہے۔ آج اس سلسلے میں جب میں نے ڈنمارک میں پاکستانی سفارت خانے سے رابطہ کیا اور سفیر صاحبہ سے بات کرنا چاہی تو مجھے بتایا گیا کہ وہ ڈنمارک حکومت کی کسی تقریب میں شرکت کے لیے گئی ہیں۔ میری بات وہاں کے سفارت خانے کے ہیڈ آف چانسلری سے ہوئی جنہوں نے مجھے بتایا کہ توہین آمیز خاکون کی اشاعت کرنے والے اخبارات کی تعداد اب اٹھارہ ہو چکی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ پاکستان میں اس واقعے سے لوگوں میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے ہمارا سفارت خانہ اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ڈنمارک کی وزارت اطلاعات سے اس کی شکایت کی ہے' میرے اس سوال پر کہ سفیر صاحبہ احتجاج کے طور پر وطن واپس کیوں نہیں آجاتیں تو ان صاحب نے کہا کہ ہمیں پاکستان سے اس طرح کی کوئی ہدایات نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب ان خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع رہا تو پاکستان میں ڈنمارک کے متعین سفیر لوگوں کے ردعمل کے خوف سے خود ہی ڈنمارک واپس آگئے ہیں۔ واضح ہو کہ ڈنمارک کی کل آبادی تقریباً 55 لاکھ ہے جو کراچی شہر کی آبادی کا ایک تہائی ہے۔ جس میں مسلمانوں کی تعداد 8 فیصد ہے۔ کاش ہماری وزارت خارجہ میں اتنی ہمت ہوتی کہ وہ پاکستانی سفیر کو واپس بلا سکتی' اگر ایسا ممکن نہیں تو سفیر خود ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے چھٹی لے کر ڈنمارک کو کچھ عرصے کے لیے چھوڑ سکتی تھیں اور ان کی تقریبات کا بائیکاٹ کر سکتی تھیں تاکہ وہاں کے لوگوں کو احساس ہو کہ احتجاج میں ہمارے ملک کی نمائندہ سفیر بھی شامل ہیں۔

یہ کالم تحریر کرتے ہوئے مجھے راولپنڈی کا والدین کا اکلوتا بیٹا عامر چیمہ یاد آ رہا ہے جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جرمنی میں مقیم تھا۔ عامر چیمہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ڈنمارک کے اخبار کی تقلید کرتے ہوئے جرمن اخبار نے بھی حضور اکرم ﷺ کے خلاف گستاخانہ خاکے شائع کیے ہیں تو وہ تن تنہا اخبار کے دفتر میں پہنچ گیا جہاں اس نے ایڈیٹر کو خبردار کیا کہ اگر اس نے خاکوں کی اشاعت نہ روکی تو وہ اسے قتل کر دے گا۔ جرمن پولیس نے اسے قتل کی دھمکی دینے کے الزام میں گرفتار کر لیا' ایک صبح چیمہ کی لاش اس کے سیل میں لٹکی ہوئی پائی گئی۔ جرمن پولیس نے اس کو خودکشی قرار دیا جبکہ چیمہ کے کپڑوں سے اردو میں تحریر کیا ہوا خط برآمد ہوا جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ جرمن پولیس اسے جان

© rasailojaraid.com